Fikr-o-Nasar (Islamabad) 2:9 (1965)

انتقاد

مولانا مودودی کے "اجتہادات"

انکشافات

زیر نظر کتاب "انکشافات" کے مرتب قاری عبدالحمید ہیں۔ اور اسے مسعودالحسن ناظم دارالتبلیغ ضلع بنوں (مغربی پاکستان) نے شائع کیا ہے۔ کتاب مجلد ہے۔ ضخامت ۱۹۰ صفحات اور قیمت ساڑھے تین روپے۔

بقول مرتب، کتاب کے صفحہ ۹۳ تک مولانا مودودی کی صرف مذہبیات، اعتقادیات، ایمانیات، اسلامیات اور ان کی دینیات پیش کی گئی ہیں۔ اور صفحہ ۹۳ کے بعد ان کی اجتہادیات، فقہیات، اخلاقیات، سیاسیات اور جمہوریات درج کی گئی ہیں۔ اب جہاں تک ان موضوعات کے بارے میں مولانا مودودی کی تحریروں کے اقتباسات کا تعلق ہے۔ وہ واقعی "انکشافات" ہیں۔ لیکن مرتب نے ان انکشافات کو پیش کرتے ہوئے جو زبان استعمال کی ہے، وہ سخت قابل اعتراض ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ جس مقصد کے لئے یہ "انکشافات" پیش کئے گئے ہیں۔ مرتب کی اس زبان اور ان کے اسلوب بیان سے اسے فائدے کے بجائے نقصان پہنچے گا۔

گو مرتب نے شروع میں خود مولانا مودودی کے اس "فرمان" سے — "اللہ اور رسول نے جہاں بعض مواقع پر انتہائی نرمی برتی ہے، اور وہ عین مقتضائے حکمت ہے، بعض دوسرے مواقع پر سخت لب و لہجہ بھی اختیار کیا ہے اور تند و تیز الفاظ سے بھی کام لیا ہے اور وہ مقتضائے حکمت ہی رہا ہے" — اپنے سخت لہجے کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، لیکن اس کے باوجود ہم بھی

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کہیں گے کہ نفس '' الکشافات '' سے قطع نظر جس پیرایہ بیان میں انہیں پیش کیا گیا ہے، وہ تکلیف دہ حد تک سخت ہے -

مولانا مودودی کی علمی و عملی زندگی خاصی طویل ہے - اور چونکہ وہ بنیادی طور پر ابھی تک یہ نہیں طے کرسکے کہ انہیں بحیثیت اسلام کے ایک مفکر کے، مسلمانوں میں ایک دینی انقلاب برپا کرنا ہے یا ایک عملی سیاست دان کے طور پر مختلف حالات و اوقات میں جو وسائل بھی دستیاب ہوسکتے ہیں ان کی مدد سے سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے، اس لئے وہ مجبور ہیں کہ مختلف وقتوں میں مختلف باتیں کہیں اور بدلتے ہوئے حالات میں مختلف عملی راہیں اختیار کریں - علم و عمل میں تھوڑا بہت تضاد تو فطری ہوتا ہی ہے، لیکن جب ایک شخص کے علم و عمل کے دوائر میں باہم بہت زیادہ بعد ہو، تو ان کے بارے میں اس کے اندر خواہ وہ کتنا بھی ذہین کیوں نہ ہو، بہت زیادہ تضاد رونما ہوتا رہتا ہے - اور آخر میں ایک وقت آتا ہے کہ یہ تضاد اس شخص کی علمی و عملی شخصیت کو ختم کردیتا ہے - چنانچہ نہ وہ کوئی خاص سیاسی کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے اور نہ اس کی وہ فکری و علمی تحریک ہی پروان چڑھتی ہے - جس کا داعی بن کر وہ مظہر عام پر آیا تھا -

زیر نظر کتاب '' انکشافات '' پڑھ کر مولانا مودودی کی شخصیت کا یہ المیہ ہمارے سامنے آتا ہے -

اس میں شک نہیں کہ مولانا مودودی ایک بڑے ذہین آدمی ہیں اور اس وقت وہ بلا مبالغہ اردو کے مؤثر ترین اسلوب تحریر کے مالک ہیں - پھر ان کی زندگی میں بڑا نظم و ضبط ہے اور ان کی ذات میں بہت حد تک وہ خوبیاں جمع ہیں، جو ایک عالم دین کو نئے تعلیم یافتہ سنجیدہ قسم کے حلقوں میں جو اسلام سے ذوق رکھتے ہیں، ہردلعزیز بناسکتی ہیں - مولانا مودودی کی بحیثیت ایک عالم دین کے یہی خوبیاں تھیں، جن کا عملاً اظہار اس وقت ہؤا، جب موصوف نے حیدرآباد دکن سے اپنا رسالہ '' ترجمان القرآن '' نکالا، اور انہی خوبیوں سے متاثر ہو کر علامہ اقبال مرحوم نے مولانا مودودی کو پنجاب آنے کی دعوت دی اور ضلع گورداسپور کے مقام دارالاسلام میں ان کا مستقر قائم ہوا۔

مولانا مودودی کی یہ علمی و فکری سرگرمیاں اس دور میں علمائے کرام کے ایک طبقے میں بھی خاصی مقبول ہوئیں - اور ان حضرات نے مولانامودودی کی کھلے دل سے حوصلہ افزائی کی ، لیکن ایک وقت آیا کہ مولانا کو علم و فکر کی یہ دنیا تنگ محسوس ہونے لگی - اور وہ بحیثیت ایک سیاسی لیڈر کے حزبی سیاست (پارٹی پالیٹکس) میں کود پڑے - اب منطق کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ایک سیاست دان بنتے ' اور حزبی سیاست کو اور سیاست دانوں کی طرح اپنا لیتے ' اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا تھا ' لیکن ہوا یہ کہ انہوں نے اپنا منصب تو رکھا اسلام کے ایک مفکر کا ' جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ص کا ترجمان ہے اور عملاً اس کی ہر بات اللہ و رسول ص کے ارشادات و مرضیات کی شرح ہے' یہاں تک کہ انہوں نے جماعت کا نام بھی '' جماعت اسلامی '' رکھا' لیکن ان کی تمام تر عملی جدوجہد تھی حزبی سیاست کی' جس کا محور و مبنیٰ اکثر و بیشتر سیاسی جوڑ توڑ ہوتا ہے - یہ ہے مولانا مودودی صاحب کی زندگی کا بہت بڑا تضاد' جس نے ہمارے نزدیک ان کی علمی و فکری و دینی دعوت کو بے ثمر بنایا' اور اب ان کی سیاسی اقتدار کی موجودہ جدوجہد کو بھی ناکام بنائے گا - اس طرح کے المیے تاریخ میں اکثر ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک المیہ مولانا مودودی کا بھی ہے -

مولانا حالی کا ایک شعر ہے -

تماشا بارہا آنکھوں نے دیکھا گھٹا اٹھی مگر بادل نہ برسے

اب ایک طرف مولانا کی حزبی سیاست نے ان نئے طبقوں کو جن کی نمائندگی کرنے والے ہی ملک و قوم کی سیاست میں دخیل کار ہوسکتے ہیں - ان سے دور کردیا ہے. اور اس کا ثبوت مولانا کی ''جماعت اسلامی'' کی خود ہئیت ترکیبی ہے - اور دوسری طرف مذہبی طبقوں کی غالب اکثریت ان کے '' گمراہ کن باطل اجتہاد '' سے حد درجہ نالاں ہے - جس کا ایک خاکہ زیر نظر کتاب میں پیش کیا گیا ہے -

اس ضمن میں دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا مودودی کے '' گمراہ کن باطل اجتہاد '' سے جس حد تک مذہبی طبقے برافروختہ ہیں ' نئے طبقے اسی

حد تک اس سے خوش ہیں - لیکن اب مولانا کے پیش نظر چونکہ سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے ، ایک صاحب فکر و دعوت کی طرح اپنے نقطہ نظر کی تبلیغ و اشاعت نہیں، اس لئے وہ مجبوراً اسی مذہبی طبقے کے ایک حصے کو اپنے ساتھ ملانے میں کوشاں ہیں - کیونکہ نئے طبقے تو ظاہر ہے ان کو کبھی اپنا سیاسی لیڈر ماننے کو تیار نہیں ہوں گے - اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ مولانا کی دینی دعوت بار آور ہوسکے گی اور نہ سیاسی قیادت انہیں مسند اقتدار پر پہنچا سکے گی -

مولانا مودودی کے جس ” گمراہ کن باطل اجتہاد “ کی تصویر ان ” انکشافات “ سے نمایاں ہوتی ہے - اس کے چند خط و خال یہاں بطور نمونہ دیئے جاتے ہیں -

(۱) (” تفہیمات “ جلد دوم ص ۲۸۰ بعنوان قطع ید اور دوسرے شرعی حدود) -

تعزیرات کے باب میں سب سے پہلے اس قاعدے کلیے کو ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا اور دوسری شرعی حدیں صرف اسی جگہ نافذ کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہیں ، جہاں مملکت کا نظم و نسق اسلامی اصولوں پر ہو اور تمدن و معاشرت کی ترتیب و تنظیم اسی طرز پر کی گئی ہو، جو اسلام نے تجویز کیا ہے- اسلام کے اصول اور قوانین ناقابل تجزیہ ہیں- یہ صحیح نہیں کہ بعض اصول اور قوانین تو نافذ کئے جائیں اور بعض کو چھوڑ دیا جائے - “

اسی سلسلے میں مولانا موجودہ” ظالم سوسائٹی “ کی جملہ خرابیاں بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

اگر ان حالات میں اسلامی قانون فوجداری رائج کردیا جائے تو شاید کوئی پیٹھ بھی کوڑوں سے نہ بچ سکے - ہزارہا آدمیوں کے ہاتھ روزانہ کٹنے لگیں اور ہر روز سینکڑوں آدمی سنگسار کئے جائیں “

(۲) ” سبع سموات “ (سورہ بقرہ ۲۹ ویں آیت) کی تفسیر

سات آسمانوں کی حقیقت کیا ہے- اس کا تعین مشکل ہے - انسان ہر زمانے میں آسمان یا بالفاظ دیگر ماورائے زمین کے متعلق اپنے مشاہدات یا قیاسات کے مطابق مختلف تصورات قائم کرتا رہا ہے - جو برابر بدلتے رہتے ہیں - لہذا ان میں سے کسی تصور کو بنیاد قرار دےکر قرآن کے ان الفاظ کا مفہوم متعین کرنا صحیح نہ ہوگا ... “

(۳) تفسیر القرآن میں سلف کی روایتوں کو ماننے پر جو زور دیا جاتا ہے' اس پر مولانا نے یوں اظہار خیال کیا ہے -

لیکن یہ کیا ظلم ہے کہ جو لوگ ان اقوال کو نظر انداز کردیں اور صرف انہی امور تک تفسیر کو محدود رکھیں' جنہیں قرآن نے بیان کیا ہے' تو ان کی تکفیر کی جائے اور پھر تکفیر بھی اس بنیاد پر کہ تم نے سلف کے قول سے انحراف کیا ہے - آخر معلوم تو ہو کہ یہ ''سلف'' کون سے انبیاء تھے' جن پر ایمان لانے کی مسلمانوں کو تکلیف دی گئی ہے'' -

(۴) مولانا مودودی اپنی تفسیر میں جمہور کے اس عقیدے کا بھی اثبات نہیں کرتے کہ حضرت مسیح ع- کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا تھا - سورہ النساء کی آیت ۱۵۸ بل رفعه الله الیه کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

'' . اب رہا یہ سوال کہ اٹھالینے کی کیفیت کیا تھی، تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی - قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرہ زمین سے اٹھاکر آسمانوں پر لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی ...''

(۵) مولانا مودودی نے دجال کو ایک افسانہ قرار دیا ہے - اور بقول مرتب '' انکشافات '' کے '' دجال کے متعلق تقریباً تیس روایتیں متعدد احادیث بخاری شریف' مسلم شریف' ابو داؤد شریف اور ترمذی شریف وغیرہ میں موجود ہیں' جن کی صحت میں کلام ھی نہیں کیا جاسکتا ' لیکن مودودی صاحب کی نظر میں سب سے بڑی اصح الکتاب بعد از کتاب اللہ یعنی بخاری شریف کی جو وقعت ہے ' وہ بھی درج کرتا ہوں - ملاحظہ فرمائیے ''

'' یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں، ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کرلینا چاہئے اس سلسلے میں یہ بات بھی جان لینے کی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو -'' (رسائل مسائل حصہ دوم ص ۴۴)

(۶) احادیث کی صحت کے متعلق مولانا کا جو مسلک ہے، وہ جمہور علماء کے بالکل خلاف ہے، ملاحظہ ہو۔

'' آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں، لیکن ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک سند کسی حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے۔ قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم حاصل ہوا ہے، اس کا لحاظ بھی کیا جائے'' (رسائل مسائل حصہ اول ص ۲۳۳)۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

'' جہاں تک اسناد کا تعلق ہے، ان میں سے اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہوگی ''

(۷) ابو داؤد کی یہ حدیث — ان اللہ یبعث لھذہ الامہ" علی راس کل مائہ" سنہ" من یجدد لھا دینھا — مولانا کے نزدیک صحیح ہے، لیکن اس کی توجیہہ انہوں نے کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ خود اس کا مصداق بن سکیں، علماء کا ایک بہت بڑا اعتراض مولانا مودودی پر یہ بھی ہے۔

اسی طرح ظہور مہدی کے بارے میں جو روایات ہیں، ان کے بارے میں عام تصورات کا وہ یوں مذاق اڑاتے ہیں :-

مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کی آمد کے قائل ہیں، وہ بھی ان متجددین سے جو اس کے قائل نہیں ہیں، اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ و صوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے۔ تسبیح ہاتھ میں لئے یکایک کسی مدرسے یا خانقاہ کے حجرے سے

برآمد ہوں گے - آتے ہی اناالمہدی کا اعلان کردیں گے - علماء اور مشائخ کتابیں لئے پہنچ جائیں گے اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کرکے انہیں شناخت کرلیں گے - پھر بیعت ہوگی اور اعلان جہاد کردیا جائے گا - چلے کھینچے ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے '' بقیہ السیف '' ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے - تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لئے برائے نام چلانی پڑے گی' اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے ہوگا - پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے - جس کافر پر نظر ماردیں گے' تڑپ کر بے ہوش ہوجائے گا - اور محض بد دعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑجائیں گے ''

(تجدید و احیائے دین ص ۵۲)

اس بارے میں خود مولانا کا جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے -

'' ... میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا اپنے زمانے میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا - وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی - زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا - عقلی و ذہنی ریاست' سیاسی تدبر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دنیا پر اپنا سکہ جمادے گا اور اپنے عہد کے تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ثابت ہوگا - مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی جدتوں کے خلاف مولوی اور صوفی صاحبان ہی سب سے پہلے شورش برپا کریں گے ... ''

(۸) بحیثیت ایک مفکر اور صاحب دعوت کے ایک موقع پر مولانا مودودی نے حج کے سلسلہ میں مکہ معظمہ میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا ناقدانہ جائزہ لیا اور یہ لکھا :-

'' وہ سر زمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا' آج اس جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے' جس میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی' اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے نہ اسلامی اخلاق ہیں' نہ اسلامی زندگی ہے - لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں مگر اس علاقے میں پہنچ کر

جب ہر طرف ان کو جہالت، گندگی، طمع، بے حیائی- دنیا پرستی، بد اخلاقی، بد انتظامی اور عام باشندوں کی ہر طرح گری ہوئی حالت نظر آتی ہے، تو ان کی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہوکر رہ جاتا ہے - حتیٰ کہ بہت سے لوگ حج کرکے اپنا ایمان بڑھانے کے بجائے اور الٹا کھو آتے ہیں - ''

اس ضمن میں مولانا نے شکایت کی کہ کعبے میں پھر وہی مہنت گری تازہ ہوگئی ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کیا تھا - حرم کعبہ کے منتظم پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں - خدا کا گھر ان کے لئے جائداد اور حج ان کے لئے تجارت بن گیا ہے - حج کرنے والوں کو وہ اپنی آسامی سمجھتے ہیں - معلم، مطوف، وکیل مطوف، کلید بردار کعبہ اور خود حکومت حجاز سب اس تجارت میں حصہ دار ہیں - غرض یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کی سی حالت اس دین کے تمام نام نہاد خدمت گذاروں اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاوروں نے اختیار کر رکھی ہے، جس نے مہنت گری کے کاروبار کی جڑ کاٹ دی تھی -

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد آخر میں مولانا لکھتے ہیں :

'' ... ایسی جگہ عبادت کی روح باقی کہاں رہ سکتی ہے ؟ کس طرح آپ امید کرسکتے ہیں کہ حج کرنے والوں اور حج کرانے والوں کو اس عبادت کے حقیقی و روحانی فائدے حاصل ہوں گے، جب کہ یہ سارا کام سوداگری اور دوسری طرف خریداری کی ذہنیت سے ہورہا ہے - ''

'' کاروبار حج '' کی بدعنوانیوں کے بارے میں یہ ایک صاحب دعوت مصلح کا علمی رد عمل ہے لیکن جب یہی بزرگ عملی سیاست میں داخل ہوتے ہیں اور ان کے پیش نظر عوام کے ووٹوں کے ذریعہ مسند اقتدار پر فائز ہونا ہوتا ہے تو یہ خود اسی قسم کی مہنت گری اختیار کراتے ہیں - وہ غلاف کعبہ کے جلوس نکلواتے ہیں - اس کے لئے اپنی جماعت کے افراد کو دلالوں اور سفری ایجنٹوں کی طرح استعمال کرتے ہیں اور بعینہ اسی قسم کی حرکات کرتے ہیں، جن کے خلاف بارہ چودہ سال پہلے ان کا اتنا سخت رد عمل تھا -

(۹) مولانا مودودی جمہور علماء کی طرح سلف کے خیالات کی پابندی

لازمی نہیں سمجھتے' اور علماء کی طرف سے ان پر ایک بہت بڑا اعتراض یہ بھی ہے' وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :

" میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگان سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں - جو کچھ ان میں حق پاتا ہوں' اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب و سنت کے لحاظ سے یا حکمت عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا ' اس کو صاف صاف نادرست کہہ دیتا ہوں ۔"

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو :

میں اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں- جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں - آپ کا یہ خیال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی ڈاڑھی رکھتے تھے' اتنی ہی بڑی ڈاڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوہ رسول ہے ' یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو بعینہ وہ سنت سمجھتے ہیں' جن کے جاری اور قائم کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہ السلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں' مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے' بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے' جس سے نہایت برے نتائج پہلے سے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے"

(۱۰) مولانا مودودی یورپی علوم و فنون کی افادیت اور یورپی ممالک کے اچھے کاموں کے بھی معترف ہیں - دو اقتباس ملاحظہ ہوں -

" مغربی علوم و فنون بجائے خود سب کے سب مفید ہیں اور اسلام کو ان میں سے کسی کے ساتھ بھی دشمنی نہیں - بلکہ جواباً میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک حقائق علمیہ کا تعلق ہے' اسلام ان کا دوست ہے اور وہ اسلام کے دوست ہیں "

نیز

" یورپ کے بہت سے ایسے ممالک ہیں جن میں معاشرتی فلاح کے لئے بہت مفید اور کارآمد سکیمیں جاری ہیں' وہاں اجتماعی عدل

کے حصول کے لئے کئی ایک موثر تدابیر اختیار کی گئی ہیں ... وہاں غریب اور پسے ہوئے طبقوں کو اٹھانے کے لئے جدوجہد کی جارہی ہے ... وہاں لوگوں کا ایک سیاسی اخلاق اور کردار ہے ... "

(۱۱) اپنی کتاب تفہیمات جلد اول ص ۳۰۵ میں مولانا " مسلک اعتدال" کا یوں تعین کرتے ہیں -

امام ابوحنیفہ کی فقہ میں آپ بکثرت ایسے مسائل دیکھتے ہیں ' جو مرسل اور معضل اور منقطع احادیث پر مبنی ہیں یا جن میں ایک قوی الاسناد حدیث کو چھوڑ کر ایک ضعیف الاسناد حدیث کو قبول کیا گیا ہے - یا جن میں احادیث کچھ کہتی ہیں اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کچھ کہتے ہیں - یہی حال امام مالک کا ہے - باوجودیکہ اخباری نقطہ نظر ان پر زیادہ غالب ہے مگر پھر بھی ان کے تفقہ نے بہت سے مسائل میں ان کو ایسی احادیث کے خلاف فتوی دینے پر مجبور کردیا جنہیں محدثین صحیح قرار دیتے ہیں - چنانچہ لیث بن سعد نے ان کی فقہ سے تقریباً ستر مسئلے اس نوعیت کے نکالے ہیں - امام شافعی کا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں -

(۱۲) مولانا مودودی علماء کی جمود پرستی کے اتنے ہی شاکی تھے' جتنے کہ شاید ہمارے تجدد پسند ہیں - اس موضوع پر انہوں نے بار بار لکھا ہے اور بہت لکھا ہے -

چند اقتباسات یہ ہیں :-

" البتہ اسلام کے حق میں اس رکاوٹ کو جس چیز نے شدید تر رکاوٹ بنادیا ہے' وہ ہماری یہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے' جسے آج کل اسلام سمجھا جارہا ہے - اس بے روح مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے کہ اس میں اسلام کے عقائد محض ایک دھرم کے مزعومات بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں-"

".. دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت میں یہ ہے کہ اس میں اسلامی شریعت کو ایک منجمد شاستر بنا کر رکھ دیا گیا

ہے - اس میں صدیوں سے اجتہاد کا دروازہ بند ہے جس کی وجہ سے اسلام ایک زندہ تحریک کے بجائے محض عہد گذشتہ کی ایک تاریخی یادگار بن کر رہ گیا ہے - اور اسلام کی تعلیم دینے والی درس گاہیں آثار قدیمہ کے محافظ خانوں میں تبدیل ہوگئی ہیں -

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۸۵)

'' ایک جدید مجموعہ قوانین کی ضرورت '' کے عنوان کے تحت مولانا مودودی نے ۱۹۴۱ء میں لکھا تھا -

قیامت کے روز حق تعالیٰ کے سامنے ان گناہ گاروں کے ساتھ ساتھ ان کے دینی پیشوا بھی پکڑے ہوئے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کیا ہم نے تم کو علم و عقل سے اسی لئے سرفراز کیا تھا کہ تم اس سے کام نہ لو - ... ہم نے اپنے دین کو آسان بنایا تھا تم کو کیا حق تھا کہ اسے مشکل بنادیا ... ہم نے ہر مشکل کا علاج قرآن میں رکھا تھا ، تم سے یہ کس نے کہا کہ قرآن کو ہاتھ نہ لگاؤ اور اپنے لئے انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو کافی سمجھو ؟ اس باز پرس کے جواب میں امید نہیں کہ کسی عالم دین کو کنزالدقائق اور ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین کے دامنوں میں پناہ مل سکے - البتہ جہلا کو یہ جواب دہی کرنے کا ضرور موقع مل جائے گا کہ ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلا ربنا اتھم ضعفین من العذاب و العنھم لعنا کبیراً -

اسی زمانے میں آلہ مکبرالصوت کے استعمال کے جواز میں لکھتے ہوئے مولانا نے علماء کی جمود پرستی پر سخت چوٹیں کیں - انہوں نے لکھا :—
'' میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ علمائے کرام وقت کے رجحانات سے منہ موڑ کر بیٹھ جائیں اور اس امر کو بالکل بھول جائیں کہ وہ ہدایہ اور بدائع کے زمانہ تصنیف میں نہیں بلکہ نت نئی سائنٹیفک ایجادات اور تیز رفتار تمدنی انقلابات کے دور میں رہتے ہیں - اس دور میں روز بروز نئے مسائل کا پیدا ہونا لابد ہے اور ان مسائل کو ہدایہ و بدائع کی روشنی میں حل کرنے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں جس کا خطرہ نوجوان سائل نے اپنے استفسار میں ظاہر کیا ہے ... قدم قدم پر عالمگیری اور تاتار خانی کو لا کر سدراہ بنانے کا

لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نئے زمانے کے مسلمان قرآن اور حدیث کو بھی پیچھے چھوڑ کر جدھر منہ اٹھے گا، چل نکلیں گے، جس طرح ترک اور ایرانی چل نکلے -''

ترکی میں اتاترک کے دور میں جو کچھ ہوا، مولانا مودودی نے اس کا ذمہ دار بھی علماء کو قرار دیا - '' تنقیحات '' میں لکھتے ہیں -

''ایک طرف ترکی قوم میں اتنے بڑے انقلاب کی ابتدا ہورہی تھی- دوسری طرف ترکوں کے علماء اور مشائخ تھے جو اب بھی ساتویں صدی کی فضا سے نکلنے پر آمادہ نہ تھے - ان کے جمود، ان کی تاریک خیالی، ان کی رجعت پسندی اور زمانے کے ساتھ حرکت کرنے سے ان کے قطعی انکار کا اب بھی وہی حال تھا، جو سلطان سلیم کے زمانے میں تھا، وہ اب بھی کہہ رہے تھے کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے ... وہ ابھی تک اصرار کر رہے تھے کہ ترکی قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کئے جائیں گے، جو شامی اور کنزالدقائق میں لکھے ہوئے ہیں ... ''

اور مولانا موصوف نے آخر میں یہ لکھا -

''... پرانے مذہبی خیال کے لوگ نوجوان ترکوں پر کفر اور فسق کے فتوے لگارہے ہیں - مگر ان کو خبر نہیں کہ نوجوان ترکوں سے زیادہ گناہ گار تو ترکی کے علماء و مشائخ ہیں ''

مختصراً اصلاح، معتدل تجدید، فتح باب اجتہاد اور زمانے کے ساتھ چلنے کی یہ علمی و فکری دعوت تھی، جسے لے کر پہلے پہل مولانا مودودی مظہر عام پر آئے، اگر وہ اسی دعوت کو اپنا مشن بناتے تو ایک حد تک ان کا اس دور میں وہی مقام ہوتا، جو ایک زمانے میں ہمارے دوسرے امور مصلحین کا تھا - اور اس بارے میں ہمارے سامنے امام غزالی اور امام ابن تیمیہ کی مثالیں موجود ہیں - لیکن مولانا مودودی نے اس پر اکتفا نہ کیا اور وہ اس خالص دینی دعوت کی اساس پر سیاسی اقتدار کے جویا ہوئے - اور انہوں نے اسلام کی اپنی اس عمومی و آفاق گیر دعوت اور اپنی موجودہ حزبی سیاسی سرگرمیوں کو یکجا کردیا اور یہی ان کی سب سے بڑی غلطی ہے، اس کا خمیازہ اب تک

جو وہ بھگت چکے ہیں وہ کم ہے اور اگر وہ اپنے اسی مسلک پر مصر رہے - تو آگے جو کچھ آئے گا وہ اس سے زیادہ ہوگا -

مولانا مودودی کو یا تو امام غزالی اور امام ابن تیمیہ کے نقش قدم پر چلنا چاہئے تھا کہ وہ دین کے ساتھ سیاست کو لیتے ' لیکن علمی حد تک یا ان کے سامنے اسی دور میں مولانا ابو کلام آزاد کی مثال تھی کہ جب وہ حزبی سیاست میں آئے تو وہ اپنی اس دینی دعوت سے' جو بالکل مولانا مودودی کی دعوت سے ملتی جلتی تھی' دست کش ہوگئے اور اولاً و آخراً کانگرسی بن گئے اور اپنے آپ کو اس جماعت کے تابع کردیا -

در اصل خدا اور رسول کی مرضی کا مظہر اور ان کی تعلیمات کا واحد ترجمان بن کر حزبی سیاست لڑانا اور اس طرح مسند اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنا مولانا مودودی کی علمی شخصیت کی موت ثابت ہوا ہے - اور اس کا ہمیں بے حد افسوس ہے -

—: o :—